MUSLIM UNIV
کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دھلی
DELHI.

بعض مشہور مذاہب کے صحفِ مقدسہ کی تاریخ

اور

قرآن مجید کی لسانیاتی اہمیت

از جناب مولانا عبدالمالک صاحب آروی

(۱)

جرمنی کے مشہور فلسفی آرنسٹ ہیکل کا قول ہے کہ حدوث کے سوا دنیا کی ساری چیزیں ناپائدار یا تغیر پذیر ہیں۔ فلسفی کے اس نظریہ کی تصدیق زندگی کے مختلف مدارج اور کائنات کے گوناگوں اطوار تغیر سے ہوتی ہے، دنیا میں دو چیزیں بہت بڑی متاع عزیز سمجھی جاتی ہیں، ایک مذہب دوسری نسل لیکن مذاہب کے تقابلی مطالعہ اور علم اقوام، اور انتھراگرافی کے نظریات نے یہ حقیقت واضح کردی کہ ان پر بھی ایام کے کتنے انقلابات گزر چکے ہیں، مگر اس سے بھی کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ حدوث وانقلاب کی بے شمار دست برد کے باوجود کائنات میں مذہب ونسل کی کتنی اہمیت باقی ہے۔

اپنے موضوع کے لحاظ سے میں صرف اس حقیقت پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ مذاہب عالم کے صحف مقدسہ پر انقلاب وحدوث نے کیا اثر ڈالا، اور یہ کہ قرآن کا اس حیثیت سے کیا مرتبہ ہے اور جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائیگی کہ صحف سماوی میں صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو اپنی اصلیت کے اعتبار سے ممتاز ہے تو پھر اس کے بعد میں اس امر پر بحث کرونگا کہ اس کے ذریعہ

اس کے ملہم نے زبان کی کون سی خدمت انجام دی، جسے لسانیات تقابلی کی تاریخ میں کبھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

تمدنِ قدیم کی تاریخ میں یونان، فارس اور ہند کی جو اہمیت ہے اہل نظر سے چھپی ہوئی نہیں، قدیم یونانی تمدن میں مذہب پر فلسفہ کی نقاب پڑی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یونان کا علمی مرتبہ دنیا میں مسلم ہے لیکن باوجود اس کے اس کا کوئی ایسا مذہبی ادب موجود نہیں جسے الہام کا ادعا ہو اس میں شک نہیں کہ یونانی فلاسفہ نے مذہبی مقتداؤں کی صورت اختیار کرلی تھی اور یہ آہنگ توازن آپ کو سالیس ملیطی سے لے کر فلاطینوس تک مسلسل نمایاں طور پر معلوم ہوگا، خود سقراط کی شان فلسفی سے زیادہ مذہبی رہنما کی ہے۔ اس لیے فلسفۂ یونان پر مذہب کا رنگ تو ضرور ہے لیکن اس کے فلسفیانہ ادب میں وہ شان وادعا نہیں جو فارس و ہند کے مذہبی ادب میں پایا جاتا ہے۔ بنا بریں میں یونان کو اپنی بحث سے خارج کرتے ہوئے تمدن قدیم کے صرف اس حصہ سے بحث کرونگا جس کا تعلق ہند، فارس، یا ارض اسرائیل سے ہے۔

ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں چند اہم مذاہب کا نام آتا ہے۔ برہمنیت، مذاہب جین و بدھ، ان مذاہب ثلاثہ کے پاس صحف مقدسہ کا ضخیم ادب پایا جاتا ہے۔ یوں تو علمار مستشرقین نے جین مذہب کو ہندوستان کا قدیم مذہب بتایا ہے۔ چنانچہ فارلنگ نے اپنی کتاب میں اس پر کافی روشنی ڈالی ہے، جرمن مستشرق ونٹرنز گو جین مذہب کی ادبیات کو بدھ مذہب کی ادبیات کے مقابلہ میں اصلیت و سند کے اعتبار سے موخر سمجھتا ہے، لیکن پھر بھی وہ بحیثیت مذہب اس کی اولیت کا معترف ہے۔

بہار کو فخر حاصل ہے کہ وہ جین اور بدھ مذاہب کا گہوارہ رہے، نالندہ، ویسال، پاٹلی پترا ایسے مرکزی مقامات ہیں جہاں جین اور بدھ مذاہب نے انقلاب کی بڑی نازک منزلیں طے کیں بہار

ہی میں جین سدھانت کی تدوین ہوئی، اور یہ فخر پاٹلی پتر کو ہے کہ اُس میں جین مذہب کی تشریعی کتاب مدون ہوئی اور بُدھ مذہب کی اصل کتاب مگدھی زبان میں پہلے پہل یہیں معرض وجود میں آئی جین مذہب کے آخری تری تھنکر مہاویر جی کا مولد کنڈگام (Kundgam) ہے آپ کی زبان مگدھی تھی اس میں آپ نے جین مذہب کی اصل تعلیم دی، جو "چودہ پووا" کے نام سے جین سدھانت (جینیوں کا مذہبی ادب) میں مشہور ہے، مہاویر جی بہاری تھے، بہار میں پیدا ہوئے۔ پھر پھر کر جین مذہب کی تبلیغ کی اور یہیں بہ مقام سمیدھ سکر (ضلع ہزاری باغ) آپ کو "موکش" (عالم مادی سے نجات) ہوگیا۔ مذہبی ادب کی ترویج کے سلسلہ میں بہاری زبان و ادب بھی آپ کی مرہون منت ہے، آپ کے حریف "گوسالہ" نے اسی سرزمین "بہار" سے "اجیویکا" مذہب کی بنیاد ڈالی، جو ہرچند اب باقی نہیں رہا لیکن اُس کے آثار اب بھی بہار میں منتشر ہیں۔ الغرض مذہبی ادبیات کی تاریخ میں ہندوستان کو اور سرزمین ہند میں بہار کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ اس کے پاس صحف مقدسہ کا بہت بڑا ذخیرہ ہے، اور اس پر گہری نظر ڈالے بغیر لسانیات تقابلی کا مطالعہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ اب آیئے سلسلہ وار ان صحف مقدسہ کی تاریخ، ترتیب و زبان وغیرہ پر روشنی ڈالی جائے۔

سب سے پہلے ہمارے سامنے برہمنیت کے صحف مقدسہ آتے ہیں، اس سلسلہ میں سب سے قدیم اور اہم ادب وہ ہے جو "وید" کے نام سے مشہور ہے۔ وید نہ تو قرآن مجید کی طرح ایک واحد کتاب ہے اور نہ بائبل کی طرح ایک مخصوص تعداد کی کتاب کا مکمل مجموعہ جو ایک خاص زمانہ میں مرتب ہوا۔ اور بُدھ مذہب کے پیروؤں کی بائبل "تی پی ٹیکا" کی طرح اس کا حال ہے بلکہ یہ مجموعہ ہے ایک عظیم الشان ادب کا جو صدیوں میں عالم وجود میں آیا۔ اور صدیوں تک نسلاً بعد نسلٍ زبانی رواج پاتا رہا۔ وید کے ادب میں تین قسم کے مختلف طبقات کے علمی کارنامے پائے جاتے ہیں۔ ان تینوں طبقوں میں چھوٹی بڑی جداگانہ کتابیں بھی پائی جاتی ہیں جن میں بعض محفوظ ہیں اور بعض گم ہوگئیں۔

(۱) سمہتیا (جس کے معنی ہیں مجموعہ) مجموعہ ادعیہ، عبادت، قربانی وغیرہ (۲) برہمن (جس میں مختلف قربانی وغیرہ کے رسوم وتقریبات کی علمی وصوفیانہ غرض وغایت بتائی گئی ہے۔ یہ نثر میں بہت ہی ضخیم کارنامہ ہے۔ (۳) "آرنیاکا" اوراپنشید — ان میں بعض تو برہمن کا حصہ ہیں اور بعض جداگانہ کتابیں ہیں ان میں تارک الدنیا صحرانشین فقرا اور جوگیوں کے مراقبے دینا۔ اور نوع انسانی کے مسائل مذکور ہیں ان میں قدیم ہندوستانی فلسفہ کا بہت بڑا حصہ پایا جاتا ہے۔

قدیم آیات کی اکثریت رگوید کے دفتر ۲ سے دفتر ۷ تک پائی جاتی ہے، ان کو "دفاتر خاندانی" کہا جاتا ہے۔ چونکہ ان میں ہرایک دفتر ایک خاص خاندان کی طرف جو اس کا ورد کرتا تھا منسوب ہے، ان رشیوں کے نام کا جنھوں نے (جیسا کہ ہنود کا خیال ہے) ان دعاؤں کو خواب میں دیکھا۔ کچھ حصہ برہمن میں مذکور ہے اور کچھ حصہ مصنفین کی جداگانہ فہرست میں، ان کے اسماء یہ ہیں۔ گرتسامادہ۔ وشوامتر، وامدیو، آتری، بھردواج، وسشتھ

آٹھویں دفتر کے مصنفین "کنوا" اور "انگرا" توم والے ہیں لیکن "انکرمنی" یا فہرست مصنفین میں دفاتر نہم ودہم کے ہر دعا کے مصنف کا نام مذکور ہے اور یہ بھی قابل لحاظ بات ہے کہ ان میں عورتوں کے نام بھی پائے جاتے ہیں۔ ونٹرنز (جرمن مستشرق) کا بیان ہے کہ اسماء الرجال کی یہ ایسی کتابیں علمی حیثیت سے کوئی معنی نہیں رکھتیں اور حقیقت یہ ہے کہ ویدوں کے ان ترانوں کے مصنفین بالکل مجہول ہیں۔

رگوید میں ۱۰۲۸ ترانے (سکت) اور دس دفتر (منڈل) ہیں، ان دفاتر میں قدیم وجدید دونوں قسم کی چیزیں مخلوط ہیں بعض قلمی نسخوں میں "خیلاز" پایا جاتا ہے "خیلاء" کے معنی ہیں "ضمیمہ" یہ رگوید کی شاعری کے آخری زمانہ کی چیز ہے، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اور اس کا الحاق اس وقت ہوا جبکہ رگوید کا اصل متن اتمام پذیر ہو چکا تھا۔ ان میں بعض "خیلائیں" بہت قدیم ہیں یہاں تک کہ

ان کا زمانہ رگوید کے اصل متن کے زمانہ سے ملتا ہوا ہے پھر بھی نہ معلوم کیوں ان کو اصل متن میں شامل نہیں کیا گیا۔

سام وید کی بیشمار سمہتیوں میں (پوران جن کی تعداد ہزاروں تک بتاتے ہیں) صرف تین "سمہتیے" ہم تک پہنچے ہیں، یجروید کا بھی یہی حال ہے۔ یجروید" ادھواریو" پوجاری کے ورد وظیفہ کا دفتر ہے۔ اور مشہور نحوی" پاتنجلی" کا بیان ہے کہ ادھواریوں کے وید کے ایک سو ایک اسکول تھے، وہ تحریر کرتا ہے کہ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس وید کے بہت سے اسکول تھے، کیونکہ ادھواریو پجاری کے طریق عبادت، قربانی وغیرہ کے متعلق اختلافات رائے اور تضاد فکر کا ہونا ضرور تھا۔ اس وقت ہمارے سامنے صرف پانچ اسکول کا حال موجود ہے۔

رگوید کے بعد اتھرو وید کا نمبر آتا ہے" اتھرون" کے معنی ہیں آتش پرست اور عام طور پر پجاری کے لیے غالباً یہ سب سے قدیم" ہندوستانی" نام ہے کیونکہ یہ لفظ" اندو ایرانی" عہد کا پتہ بتاتا ہے۔" اوستا" کے اتھرون اور ہندوستان کے اتھرون میں مماثلت ہے، یجروید میں بیس دفتر ہیں۔ ان میں بیسواں دفتر بہت آخر زمانہ میں الحاق کیا گیا ہے، انیسواں دفتر بھی ابتداءً" سمہتیا" میں شامل نہ تھا۔ بیسویں دفتر میں تقریباً کل وہی ترانے یا دوہے ہیں جو لفظ بہ لفظ رگوید سے لیے گئے ہیں اتھرو وید کا تقریباً ⅙ حصہ رگوید سے ماخوذ ہے، اتھرو وید میں بڑی خرابی یہ ہوگئی ہے کہ اختلاط اور تحریف کے باعث اس کے ترانے وزن سے گرگئے ہیں۔ وھٹنی کا قول ہے کہ اگر وزن اور بحر میں لانے کے لیے ترانوں کی تصحیح کی جائے تو سارا متن ہی غارت ہو کر رہ جائے گا۔ ہر چند زبان اور بحر کے لحاظ سے اتھرو وید کے ترانوں کی تصنیف کا زمانہ متعین نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بھی یہ مسلّم ہے کہ یہ چیز رگوید کے بعد معرض وجود میں آئی۔ اتھرو وید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آریہ تہذیب اور آریہ قوم کے مقام سکونت کی جغرافی حالت رگوید کے واقعات سے مختلف ہے اس سے نتیجہ نکلا کہ اتھرو وید کا زمانہ رگوید کے

بعد گزرا ہے [1]

برہمنیت کی الہامی کتاب صرف وید ہے، لیکن عام ہندو جماعت گیتا کے ساتھ بھی بڑی ارادت وعقیدت رکھتی ہے، اس لیے عہد حاضر کے بعض ناتجربہ کار اور سطحی معلومات رکھنے والے مسلمان حضرات بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ گیتا بھی الہامی کتاب ہے، درانحالیکہ خود برہمنیت کا نہ کبھی یہ ادعا رہا ہے، اور نہ اس کے مذہبی ادب میں کہیں اس کا تذکرہ ہے، بلکہ گیتا مہا بھارت کے بہت سے قصص، افسانوں اور تاریخی وخرافی روایات کی طرح اس کا ایک جزو ہے، مہا بھارت ورامائن ہندوستان کی مثنوی (Epic Poetry) کا اعلیٰ نمونہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے بہار کے فاضل تذکرہ نگار حضرت آثر نے کاشف الحقائق میں ہومر، فردوسی، بالمیکی اور میر انیس کو شاعرانہ جلالت شان کے لحاظ سے ایک سطح پر رکھا ہے، اور ان کے افکار شعریہ کو قومی ناموس بتایا ہے لیکن حیف ہے ہمارے زمانہ کے نادان احباب پر جو گیتا اور قرآن کا موازنہ کرتے ہیں، گویا ان کے نزدیک گیتا بھی ایک الہامی کتاب ہے، اگر قرآن مجید سے وید کا موازنہ کیا جاتا تو ایک بات تھی کہ خود وید کے متعلق ہندوؤں کو الہامی ہونے کا دعویٰ ہے [2] لیکن کیا کیجیے جو انسان محنت و کاوش سے جی چرائے اور ذوق نمود کی فراوانی بھی رکھتا ہو وہ اسی نوع کی "بلند خدمات" انجام دے سکتا ہے

اب آئیے کسی قدر تفصیل کے ساتھ گیتا پر تاریخی اور ادبی حیثیت سے روشنی ڈالی جائے۔

چارلس ولکن سب سے پہلا انگریز مستشرق ہے جس نے گیتا کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور سنہ ۱۷۸۵ء

[1] "تاریخ ادبیات ہند" مولفہ ونٹرنز (انگریزی ترجمہ از جرمن) جلد ۱ ص ۱۸۷ - ۱۵۲۔

[2] دسمبر ۱۹۳۲ء میں پٹنہ کے مسلمان ہونہار بیرسٹر سید مہدی امام صاحب نے انگریزی زبان میں آرہ جین اسکول میں ایک لکچر دیا، اس کا عنوان تھا: "گیتا اور قرآن کی تعلیمات میں مشابہت" اس خطبہ میں بڑے شوق سے میں حاضر ہوا تھا لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فاضل مقرر کو قرآن سے تو دور کا بھی واسطہ نہ تھا، اور گیتا سے بھی ان کو واقفیت نہ تھی۔ کم سے کم میکسمولر اور ونٹرنز کی تحقیقات بھی مہدی صاحب کی نظر سے نہیں گذری تھی۔ ع۔م

میں لندن سے شائع کیا، اسی ترجمہ کے ذریعہ یورپ والوں کو پہلے پہل اس نظم کا علم ہوا، اس کے بعد ۱۸۲۳ء میں اگسٹ ولہم وان شیگل (August Wilhelm Von Schlegel) نے گیتا کا ایک تنقیدی نسخہ مرتب کیا اور اُس کو ایک لاطینی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا، یہ نسخہ بہت اہم تھا، اسی کتاب کے ذریعہ" ولہم وان ہمبولٹ" اس نظم سے واقف ہوا، اُس نے اس کے اندر بہت ولولہ اور جوش پیدا کردیا۔ وہ اس کا بہت فریفتہ تھا، چنانچہ ہندوستان کی صوفیانہ شاعری بالخصوص بھاگوت گیتا کے محاسن افکار پر اس نے جن خیالات فائقہ کا اظہار کیا ہے اور اپنے دوستوں کے پاس اس کے متعلق رائیں لکھیں انہیں ونٹرنز نے اپنی کتاب "تاریخ ادبیات ہند" جلد ا ص ۱۷ میں نقل کردی ہیں۔ ہمبولٹ نے گیتا پر بہت سے رسائل لکھے ۱۸۲۸ء میں جب اُس نے گیتا پر اپنی کتاب شائع کی اور اپنے دوست کو بھیجا تو یہ بھی لکھا کہ میں ہندوستان کی صوفیانہ شاعری کو بہت زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، وہ گیتا کے متعلق کہا کرتا کہ مہابھارت کا یہ قصہ دل آویز ہے بلکہ صحیح معنی میں ساری دنیا کی ادبیات میں صرف یہی ایک فلسفیانہ نظم ہے ۱۸۲۵-۲۶ء میں ولہم وان ہمبولٹ (Wilhem Von Humboldt) نے تفصیل کے ساتھ اس نظم پر برلن اکاڈمی میں تقریریں کیں اور سلیگل کے مرتبہ نسخہ اور لاطینی ترجمہ پر بہت بسیط تبصرہ لکھا، البیرونی نے اپنی کتاب الہند" میں گیتا کی بڑی تعریف لکھی ہے، وہ اس نظم سے تمام وکمال واقف تھا ان کے علاوہ مختلف زبانوں میں گیتا کے مفصلہ ذیل تراجم شائع ہوئے

مترجم	مقام	تاریخ اشاعت	زبان
ٹامسن	ہرٹفورڈ۔	۱۸۵۵ء	انگریزی
کے ٹی تلنگ	بمبئی	۱۸۷۵ء	انگریزی نظم
اینی بسنٹ و بھگوان داس	بنارس	۱۹۱۱ء	اصل نسخہ مع انگریزی ترجمہ

جان ڈیویس	سنہ ۱۸۸۲ء	انگریزی ترجمہ
اڈون ارنلڈ	سنہ ۱۸۸۵ء	" "
سی آر ایس پیپر (Paper)	سنہ ۱۸۶۹ء	جرمن ترجمہ
ایف لارنسر (Lorinser)	سنہ ۱۸۶۹ء	جرمن ترجمہ
آر باکس برگر (Box berger)	سنہ ۱۸۷۰ء	"
آر گاربے (R. Garbe)	سنہ ۱۹۰۵ء سنہ ۱۹۲۱ء	 طبع دوم
ال وی شرورڈ (L.V. Schroeder)	سنہ ۱۹۱۲ء	جرمن ترجمہ

یہ نظم اس جگہ پائی جاتی ہے جہاں کوئی شخص اس کی توقع نہیں کرسکتا تھا، مہابھارت دفتر ششم کے آغاز میں یہ نظم ملتی ہے۔ جہاں سے جنگ عظیم کے واقعات کی ابتدا ہوتی ہے "کورو" اور "پانڈو" کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے ہیں اور لڑائی چھڑنا ہی چاہتی ہے۔ ارجن اپنی لڑائی کی گاڑی کو دونوں لشکروں کے سامنے ٹھہراتا ہے اور دونوں جانب اپنے عزیزوں بزرگوں اور دوستوں کو دیکھتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ ان لوگوں سے لڑنا معصیت ہے۔ انہی عزیزوں بزرگوں اور رفیقوں کے لیے تو انسان میدان جنگ میں جاتا ہے۔ لڑتا اور مرتا ہے۔ اسی موقع پر کرشن جی ایک فلسفیانہ تقریر کے ذریعہ ارجن کو جنگ کی تلقین کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ اس کا فرض ہے کہ لڑائی میں حصہ لے خواہ اس کا انجام کچھ ہی ہو۔

اس میں شک نہیں "بھاگوت گیتا" اصل مثنوی (مہابھارت) میں شامل نہ تھی۔ یہ بات خیال میں نہیں آسکتی کہ ایک مثنوی نگار شاعر عین میدان جنگ میں ان سورماؤں کے سامنے چھ سو پچاس ابیات کی ایک طویل فلسفیانہ تقریر کریگا۔ گمان غالب ہے کہ قدیم مثنوی میں ارجن اور ہیرو اور کوچ بان کرشن کے درمیان ایک مختصر سا مکالمہ ہوگا، اس کوچ بان کو بعد میں دیوتا کرشن بنالیا گیا۔

یہی مکالمہ تھا جس کے جراثیم سے موجودہ ثنوی گیتا کی تخلیق ہوئی۔ یہ مکالمہ شعریہ ابتداً بھاگوتیوں کی اصل کتاب تھا۔ جس میں "بھگتی" کی تعلیم دی گئی تھی، جو فلسفہ سانکھیہ کی بنیاد پر یوگ کو تعلیم کے مطابق "غیر شہوانی عمل کی تعلیم" پر مبنی تھی۔ کتبات کے ذریعہ یہ ثبوت ملتا ہے کہ دوسری صدی ق۔م میں گندھار کے اندر بھاگوتیوں کے مذہب کے یونانی پیرو بھی تھے یہ غالباً خلاف قیاس نہیں کہ بھاگوت گیتا اسی زمانہ میں بھاگوتیوں کی اپنشید کی حیثیت سے لکھی گئی، اس کی زبان اس کی طرز اور بحر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مہابھارت کے ابتدائی حصّوں میں سے ہے۔ ثنوی مہابھارت کے آخری حصّوں میں گیتا کے حوالے پائے جاتے ہیں۔ کے ٹی تلنگ کا خیال ہے کہ گیتا تیسری ق م سے پہلے کی پیداوار ہے۔ آر جی بھنڈارکر کی رائے ہے کہ گیتا چوتھی صدی ق م کے بعد کی چیز نہیں۔ ونٹرنز کہتا ہے کہ مجھے اُڈگرٹن کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ "گیتا ہماری صدی کے آغاز سے قبل کی چیز ہے لیکن صرف چند صدیاں قبل کی، انو گیتا بھاگوت گیتا کی تقلید یا سلسلہ میں متاخرین کی جدت شعری ہے، یہ غلط ہے کہ اس میں بڑی عظیم الشان تعلیمات ہیں۔ ساتویں صدی بعد مسیح میں بان شاعر کو یہ علم تھا کہ بھاگوت گیتا مہابھارت کا ایک حصہ ہے اور اپنشید کی کتابوں اور ویدانت سُوتروں کے پہلو بہ پہلو گیتا "فلسفہ شنکر" کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے غالباً ابتدائی صدی بعد مسیح میں پکے برہمنوں کے ہاتھ اس کتاب نے موجودہ صورت اختیار کی، اور اسی صورت میں آج تک یہ کتاب ہندوؤں کی مشہور مذہبی کتاب رہی ہے، تمام لوگ اس کتاب کو اس سبب سے مانتے ہیں کہ اس میں بہت سی ما بہ النزاع فلسفیانہ تعلیمات اور مذہبی نظریوں میں تطبیق پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سخت سے سخت برہمن برہمو سماج کے پیرو، اور اینی بسنٹ کی قیادت میں تصوف کے پرستار یکساں ارادت و تقدس کی نگاہ سے دیکھتے اور اس پر عمل کرتے ہیں یقین کہ قدیم اور اصل گیتا ایک سچے اور بڑے شاعر کے ذہن خلاق کا نتیجہ ہے، یہ اس کی

شاعرانہ گراں مائگی، زورِ زبان، رفعت تخیل و استعارہ اور روح الہام (جو اس نظم میں جاری وساری ہے) کا اثر ہے کہ ہر زمانہ میں دماغ پر اس کا اثر پڑا، ونٹرنز کہتا ہے کہ میرا یقین ہے کہ اس کے محاسن شعری اور اخلاقی گراں مائگی زیادہ قابل ستائش ہوتی اگر اس نظم کو اضافے اور تحریفیں خراب وخستہ نہ کر ڈالتیں، آگے چل کر یہی جرمن مستشرق کہتا ہے کہ اس نظم میں ہر رُخ پر تضاد بیان پایا جاتا ہے، کبھی کرشن جی کو "الوہی شخصیت" بتایا جاتا ہے۔ آپ اُس وقت دنیا میں پیدا ہوتے ہیں یا اپنی تخلیق کرتے ہیں جب مذہبیت میں کمی پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ عقیدہ گیتا کے اندر وہاں ظاہر کیا گیا ہے جہاں بھگتی کا تذکرہ ہے۔ پھر دوسری جگہ یہ تعلیم پائی جاتی ہے کہ ان کی ذات ساری موجودات کے اندر ہے اور ساری موجودات ان کی ذات میں ہیں، بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں کرشن کا کوئی تذکرہ نہیں صرف برہما کا تذکرہ ہے جو اپنشد کی وحدانیت کی اصطلاح میں "واحد مطلق" اور عالم کا سب سے بڑا اصول ہے، پہلو بہ پہلو جہاں وید کا تقریباً حقارت آمیز لب ولہجہ میں تذکرہ پایا جاتا ہے وہ بھی احکام پائے جاتے ہیں جو وید میں قربانیوں سے متعلق مقرر ہیں۔ اور ان قربانیوں کو ایک جادو کی گائے "سے تعبیر کیا جاتا ہے، جو تمام خواہشات کی تکمیل کردیتی ہے۔ یہ تلقین گیتا کے اس حکم کے منافی ہے جس میں "غیر شہوانی عمل" کی ہدایت کی گئی ہے، اور اس کو کثرت سے سراہا گیا ہے"

ان متضاد بیانات پر کس طرح روشنی ڈالی جاسکتی ہے؟ علماء اس مسئلہ میں مختلف فیہ ہیں بعض لوگ تو صرف یہ کہہ کر قانع ہوجاتے ہیں کہ یہ متضاد بیانات اس حقیقت کا نتیجہ ہیں کہ بھاگوت گیتا کوئی باضابطہ فلسفیانہ تصنیف نہیں، بلکہ ایک صوفیانہ نظم ہے "فرینکلن اڈگرٹن" جس نے اس رائے کو قطعی اور مستقل طریقہ سے واضح کیا ہے کہتا ہے کہ یہ کتاب منطقیانہ اور فلسفیانہ کی بہ نسبت "شاعرانہ، صوفیانہ اور زاہدانہ ہے" ولہم وان ہمبولٹ کہتا ہے کہ گیتا نتیجہ ہے ایک بزرگ کے وفور الہام، علم واحساس کا، وہ کسی فلسفی کا مجموعۂ افکار نہیں جس کی مدرسہ میں

تعلیم ہوئی ہو، اور جو اپنے مواد کو قطعی اصول کے ماتحت رکھ سکے اور اپنی تعلیم کے آخری اصول پر خیالات کا ربط و تسلسل قائم رکھتے ہوئے پہنچے، شروڈر نے اپنے جرمن ترجمہ کے مقدمہ میں اسی رائے کا اظہار کیا ہے، اور کے ٹی تلنگ، ای۔ ڈبلو ہاپکنس وغیرہ بھی کم وبیش اسی نظریہ کے ہمنوا نظر آتے ہیں، دوسری طرف بعض علمار و محققین ہیں جو اس کے ماننے کے لیے تیار نہیں وہ کہتے ہیں کہ صوفیانہ شاعری کے بھی حدود ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ گیتا کے بیانات میں جو تضاد پایا جاتا ہے، وہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ یہ نظم ہم تک اپنی اصلی صورت میں نہیں آئی ہے بلکہ مہابھارت کے بہتیرے حصوں کی طرح اس میں تحریفیں اور ترمیمیں ہوئی ہیں اور اسی وجہ سے اس نے موجودہ صورت اختیار کرلی ہے، بعض علمار کا خیال ہے کہ بھاگوت گیتا اصل میں وحدت فی الکثرت کی شاعری کی پیداوار تھی، پھر اس کے بعد وشنو کے پرستاروں نے اس کے اندر موحدانہ (Theistic) شاعری کی رنگ آمیزیاں کردیں خدا ایک الوہی شخصیت کے روپ میں آتا ہے، وہ انسانی جسم میں اوتار لیتا ہے اور ایک معلم کی حیثیت سے اپنے پرستاروں سے "بھگتی" کا خواہاں ہے۔ اسی آخر الذکر جماعت کا رکن "آر۔ گاربے" ہے جس نے اپنے جرمن ترجمہ میں دوبارہ اصل نظم کو تیار کرنے کی بلا واسطہ کوشش کی ہے۔ اس نے باریک ٹائپ میں ان ابیات کو طبع کیا ہے جن کو وہ غیر اصل یا الحاقی سمجھتا ہے، یعنی جس میں فلسفۂ ویدانت اور سخت برہمنیت کے ماتحت ترمیمیں کی گئی ہیں۔ ونٹرنز بھی پہلے اس مسئلہ میں "گاربے" سے اتفاق رکھتا تھا "شروڈر" نے ہلبرنیٹ (Hillebrandt) جو گاربے کے قائم کیے ہوئے نظریہ کے مخالفین میں ہیں اس مسئلہ میں اس کے ہمنوا ہیں۔ گریرسن (Grierson) نے گاربے سے اتفاق کرتے ہوئے گیتا کے ان الحاقی اجزا کو گنایا ہے جن میں برہمنیت کی تعلیم دی گئی ہے۔ ونٹرنز کہتا ہے کہ گیتا کے مسلسل مطالعہ اور "گاربے" کے تیار کردہ حصہ پر کامل تحقیق و کاوش کی نظر ڈالنے کے بعد میں اس

نتیجہ پر پہنچا کہ اصل گیتا کے اندر بھی خالص وحدانیت (Theism) کی تعلیم نہیں پائی جاتی بلکہ اس کے اندر وحدانیت وحدت فی الکثرت کے ساتھ ملی جلی نظر آتی ہے، اب میرا عقیدہ یہ ہے کہ ہم لوگ ان حصوں کو ترمیم شدہ کہنے میں حق بجانب نہیں۔ جن میں کرشن اپنے متعلق دنیا میں "اوتار" ہونا بتلاتے ہیں، دوسری طرف اب بھی میرا خیال ہے کہ جن اجزاء میں کرشن کے حوالہ کے بغیر یکایک برہما کا تذکرہ ہے ان میں تحریف کی گئی ہے، اس طرح گیتا کے ان حصوں میں بھی تحریف ہوئی ہے جن میں مذہبی تقریبات اور قربانیوں کی سفارش کی گئی یا اُن کی عظمت بیان کی گئی ہے میرا یہ بھی خیال ہے کہ اصل گیتا بہت چھوٹی تھی، اور موجودہ نسخہ میں جتنا "گاربے" نے اصل بتایا ہے، اس میں بھی زیادہ ترمیم تحریف اور الحاق پایا جاتا ہے "کینٹو ۱۱" میں جہاں کرشن جی ارجن کے سامنے الوہی روپ میں نظر آتے ہیں" پوران" قسم کی چیز ہے، یہ اُس شاعر کا کلام نہیں ہوسکتا جس نے ابتدائی حصے لکھے۔ میرا یہ ذاتی عقیدہ ہے کہ اصل گیتا کا مصنف بہت بڑا شاعر تھا اس کی شاعرانہ عظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے ہم گیارہ، ۲۶ جیسی ابیات اس کی طرف منسوب کرنے میں حیص بیص کرتے ہیں۔

وہ علماء جو گاربے کا نظریہ مسترد کرتے ہیں گیتا کی اصلیت پر پورا اعتقاد نہیں رکھتے ہاپکنس کا خیال ہے کہ ایک جدید ہاتھ نے گیتا کو دوبارہ لکھا ہے، اولڈنبرگ کا خیال ہے کہ قدیم ترین گیتا میں ادھیاس ۱۳ سے ۱۸ تک نہ تھا۔ یہ ضمیمے ہیں جن کا بعد میں الحاق ہوا" جیکابی" کا خیال ہے کہ پوری نظم اصل میں مہابھارت سے علیحدہ ایک جداگانہ چیز تھی۔ یہ اپنشد کی حیثیت رکھتی تھی، جس کو بعد میں مثنوی کے اندر ضم کردیا گیا۔

"ٹیپیٹیکا" یا بُدھ مذہب کا صحیفہ مقدسہ

برہمنیت کے مذہبی ادب کے بعد ترتیب و تدوین، تاریخی تقدم و سند کے لحاظ سے بُدھ

مذہب کے صحف مقدسہ کا مرتبہ ہے۔ بدھ مذہب کے پیروں کی روایت ہے کہ گوتم بدھ کی رحلت کے چند ہفتہ کے بعد بدھ مذہب کا پہلا جلسہ ہوا جس میں اس مذہب کے راہب اور بدھ کے حواری جمع ہوئے، یہ جلسہ راجگیر میں ہوا اس کا مقصد یہ تھا کہ دھرم کی تشریع اور طریقت کا نہج قائم کیا جائے، اس سے پہلے جلسہ کی واقعیت کے متعلق اولڈنبرگ نے اعتراضات کیے ہیں خود ونٹرنز بھی اس کو صحیح تسلیم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ بدھ کو مرے ہوئے اس قدر قلیل عرصہ گذرا تھا کہ "تیپیٹکا" جیسی تشریعی کتاب کی تدوین کی ضرورت لاحق نہیں ہوئی تھی۔ دوسرا جلسہ "ویسالی" میں ہوا اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ بدھ کی وفات کے ایک سو سال کے بعد قائم کیا گیا تھا۔ ونٹرنز اس روایت کو پہلے سے بھی زیادہ مستبعد بتاتا ہے۔ "سیلون" کی تاریخی روایات کے مطابق تیسرا جلسہ اشوک کے وقت میں ہوا اور یقیناً اُس وقت بدھ مذہب کی شریعت کے قوانین مرتب ہوئے کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ بدھ مذہب کے ماننے والے مختلف فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ اس وقت ضرورت تھی کہ بدھ کی اصلی تعلیم پیش نظر ہو، چنانچہ اشوک کا زمانہ تھا اُسی وقت پاٹلی پتر میں راجہ اشوک نہیں بلکہ بدھ کے فاضل راہب "ٹیسا ماگالی پوت" نے بدھ کی وفات سے ۲۳۶ سال کے بعد ایک ہزار راہبوں کا ایک جلسہ منعقد کیا اور بدھ مذہب کی تشریعی کتاب تھرواد (Theravad) کی تدوین کی گئی، پاٹلی پتر کے اندر نو ماہ تک یہ جلسہ قائم رہا یہ بھی روایت بیان کی جاتی ہے کہ "ٹیسا" نے "کتھا وتھو" بھی تالیف کی، جس میں اس زمانہ کے ملحدانہ تعلیمات کی تردید کی گئی تھی اور اس کو بھی تشریعی خزانہ کے ساتھ شامل کرلیا۔ مغربی علماء نے ان جلسوں کے متعلق اعتراضات کیے ہیں۔ بعضوں کا خیال ہے کہ جلسہ کی یہ روایتیں افسانہ ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ آخر یہ پیاپے جلسہ کی روایتیں گھڑنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس لیے نتیجہ نکلتا ہے کہ جلسہ تو ضرور ہوا، اور ممکن ہے تین سے زیادہ مرتبہ ہوا ہو۔ ان جلسوں میں سے ایک

میں تشریعی قانون کی تدوین نہیں ہوئی ہو بلکہ راہبوں کی مختلف صحبتوں میں جن میں سب سے زیادہ اہم پاٹلی پتر کا جلسہ تھا، تدوین و تکمیل کا کام مکمل کیا گیا ہو۔

بدھ مذہب کے صحیفہ مقدسہ کا نام ٹپیٹیکا (Tipitaka) ہے۔ یہ اصل کتاب نہیں ہے جو مگدھی زبان میں لکھی گئی تھی، بلکہ اصل کتاب کا "پالی" ترجمہ ہے۔ ونٹرنز لکھتا ہے کہ "پالی" زبان کی "ٹپیٹیکا" کم از کم "ونیایا" اور "ستا پیٹیکا" بہ ہیئت مجموعی تیسری صدی ق م کے مگدھی قانون کی صدائے بازگشت ہے۔ "ٹیسا ماگالی پوت" نے بدھ مذہب کے مبلغین کو شمال اور جنوب کی طرف روانہ کرنا شروع کیا۔ انہی میں اس کا شاگرد "مہند" بھی تھا جسے اشوک کا بھائی اور ایک دوسری روایت کے مطابق بیٹا بتایا جاتا ہے۔ یہی "لنکا" پہنچا، اور اپنے ساتھ بدھ مذہب کی کتاب لیتا گیا اور وہاں تبلیغ کا فریضہ انجام دیا، بدھ مذہب کے پیرو جو سیلون میں ہیں بیان کرتے ہیں کہ پالی زبان میں ہماری مذہبی کتاب "ٹپیٹیکا" وہی چیز ہے۔

"ونیایا ٹپیٹیکا" بدھ مذہب کی مقدس کتاب کا پہلا حصہ ہے۔ اس کے معنی ہیں "تربیت کے طریق کی ٹوکری" اس میں راہبوں اور راہبہ عورتوں کی تربیت کے ضوابط اور روزانہ زندگی کے آئین و احکام مذکور ہیں "مہند" اپنے ساتھ بدھ مذہب کی جو کتاب نکالے گئے تھے وہ مگدھی زبان میں تھی "ٹپیٹیکا" اسی کا پالی ترجمہ ہے لیکن یہ ترجمہ بھی زبانی مروج تھا، اس کا لکھا ہوا نسخہ نہ تھا۔ یہاں تک کہ پہلی صدی ق م میں سنگھالی راجہ "وٹا گامنی" نے اس ترجمہ کو تحریر کی صورت میں منتقل کیا یہی وجہ ہے کہ چینی سیاح فاہین نے ۳۹۹-۴۱۴ء میں جب شمالی ہند کا سفر کیا تو کہیں اس کو ابھی تک "ونیایا ٹپیٹیکا" کا قلمی نسخہ نہ ملا بلکہ اس کی زبانی روایت متداول تھی، یہاں تک کہ وہ پاٹلی پتر میں آیا یہاں اس کو ایک "مہایان" خانقاہ میں "ونیایا" ایک نسخہ ملا۔

جین سدھانت

جین مذہب کا اصل گہوارہ بہار ہے۔گوتم بدھ تو صوبۂ اودھ کے باشندہ تھے، گو ان کی حیات عرفاں، اور تبلیغ و رشاد کا بڑا حصہ بہار میں ختم ہوا۔جینیوں کے تری تھنکر مہاویر جی جنھوں نے جین مذہب کی تعلیم کو صحیفہ کی صورت میں پیش کیا ترہت (بہار) کے ایک شہر کنڈ گام کے رہنے والے تھے۔جینیوں کا صحیفہ مقدسہ جس میں تری تھنکروں کی تعلیم کا خلاصہ تھا اور جو مہاویر جی کی طرف منسوب ہے" چودہ پُروا" کے نام سے مشہور ہے، لیکن اس پر انقلاب کے اتنے دور گذرے ہیں کہ خود جینیوں کا اعتراف ہے کہ وہ اصل چیز مدت ہوئی ضائع ہوگئی۔جرمن مستشرق ونٹرنز کا بیان ہے کہ" جین مذہب بدھ مذہب سے قدیم تر ہے، لیکن جینیوں کا مذہبی ادب ہم لوگوں تک اپنی قدیم ترین صورت میں نہیں پہنچا۔خاص یہی وجہ ہے کہ ہم بدھ مذہب کی ادبیات کے بعد اس پر بحث کر رہے ہیں"

جین مذہب کی ادبیات السنۂ ہند کی تاریخ کے اعتبار سے بھی بہت اہم ہے کیونکہ جینیوں نے ہمیشہ خیال رکھا تھا کہ ان کی تصنیفات عامۃ الناس کی دسترس سے قریب تر ہوں، یہی وجہ ہے کہ ان کی تشریعی (Cannonical) کتابیں اور قدیم ترین تفسیریں پراکرت زبان (مگدھی اور مہاراشٹری) میں پائی جاتی ہیں۔جینیوں نے آخر زمانہ میں مثلاً سوتیمبر فرقہ والوں نے آٹھویں صدی میں اور دیگمبر فرقہ والوں نے کچھ قبل تفاسیر، علمی تصنیفات اور شعر وسخن کے لیے سنسکرت زبان کا استعمال شروع کیا، ان میں بعض مصنفین سہل اور شگفتہ سنسکرت استعمال کرتے ہیں بعض شاعرانہ طرز کے لحاظ سے سنسکرت زبان کے قدیم شعراء کا تتبع کرتے ہیں بعضوں نے سنسکرت اور پراکرت ملی جلی زبان کا انتخاب کیا ہے جو" ہندوستانی" کے لگ بھگ ہے۔

جین مذہب اپنی مقدس کتابوں کے مجموعے کو" سدھانت" یا" آگم" کہتے ہیں، سوتیمبر اور دیگمبر دونوں فرقے والے" بارہ انگوں" کو اپنے تشریعی ادب کا اولیں اور اہم ترین جزو بتاتے ہیں

ونٹرنز کہتا ہے کہ اس وقت ہم لوگ صرف سوتیمبر فرقہ والوں کی سدھانت کا تفصیلی علم رکھتے ہیں اس میں مفصلہ ذیل کتابیں ہیں :-

(۱) بارہ انگے (اعضاء) (۲) بارہ اُپنگے (یا ثانوی اعضاء) (۳) دس پٹنے (منتشر اجزاء) (۴) چھ چید استرے۔

سدھانت کی تعداد ۴۵ بتائی جاتی ہے لیکن کتابوں کے نام سے ۴۵ اور ۵۰ کے درمیان ان کتابوں کی تعداد معلوم ہوتی ہے۔

دیگمبروں کا عقیدہ ہے کہ "پوروا" اور "انگا" ضائع ہوگیا۔ پانچویں صدی مسیحی میں گجرات کے اندر ایک جلسہ ہوا، اس کے صدر "دیوار دھی" تھے اور یہ بات طے کی گئی کہ کتب مقدسہ کو جمع کیا جائے اور اُن کی نقل کی جائے "بارھواں انگا" جس میں "پروا" کا خلاصہ وانتخاب تھا اُس وقت اپنی اصلی حالت میں نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ "گیارہ لنگے" صرف اصلی حالت میں ہمارے پاس پہنچے ہیں۔ دیوار دھی نے جین سدھانت کی تدوین پاٹلی پتر کے کانسل کے مرتبہ سدھانت کے مطابق کی، پاٹلی پتر کو یہ فخر حاصل ہوا کہ جین سدھانت کے آخری تری تھنکر کی تعلیمات پہلے پہل اسی سرزمین میں مدون کی گئی۔ جین مذہب کے قائد اعظم "بھدر باہو" قحط سالی کی وجہ سے مگدھ سے ہجرت کرکے جنوبی ہند میں بمقام "کرناٹہ" چلے گئے تو پھر "چودہ پروا" کا عالم سوائے "ستھول بھدر" کے کوئی نہیں رہا، وہ مگدھ ہی میں رہے اور اب جینیوں کی عنانِ سیادت انہی نے ہاتھ میں لی۔ انہی کے عہد میں پاٹلی پتر کے جلسہ کے فیصلے کے مطابق "گیارہ انگوں" کی ترتیب دی گئی، اور "چودہ پروا" کے بقیہ آثار، تعلیم و تلخیص کو بارھویں انگے یعنی "ڈیتھی واے" (Dithivaya) جمع کردیا گیا۔

باقی